

# السُّنْنَةُ هُوَ الْمِيزَانُ الْمُقْبِلُ

قادیانی مذہب سے تائب ہونے والے 22 سالہ نو مسلم نوجوان

## حضرت علی حسن علی

جناب  
مجاہدِ حرم نبوت

کے قبول اسلام اور اس کے عظیم الشان جنازہ کی  
سو زوگداز میں ڈوبی ہوئی ایمان افروز روداد

### جیشِ الہ

# مرکزِ سراجیہ



کان نمبر 5 فلی نمبر 4، الامپارک ناٹ باریٹ کلبگ III لاہور، فون: 051 2905 5712

انٹرنیٹ کی حیرت انگیز ایجاد نے دنیا کو گاؤں بنادیا ہے۔ آپ کسی بھی موضوع سے متعلق اپنے گھر بیٹھے دنیا بھر کی معلومات پلک جھپکتے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ یہاں مختلف مذاہب عالم کے لوگ اپنے اپنے مذاہب کی تبلیغ و تشویہ بھی کرتے ہیں۔ ان میں قادیانی سب سے زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ وہ اپنے مذاہب کو اسلام اور خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ اس طرح وہ حق کے متلاشی غیر مسلموں کو اور بعض اوقات مسلمانوں کوشک و شبہات اور باطل تاویلات کے ذریعے گراہ کر کے پھانس لیتے ہیں۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے مجاز پر قدرت حق بعض افراد کا انتخاب خود کرتی ہے۔ ایسے ہی خوش نصیبوں میں مرکز سراجیہ لاہور کے جناب پروفیسر سعید رملک صاحب ہیں جو صاحبزادہ رشید احمد صاحب مدظلہ کی قیادت میں اپنی مخلص ٹیم کے ساتھ انٹرنیٹ پر قادیانیوں سے مناظرے کرتے ہیں۔ اس ٹیم میں جناب عامر خورشید صاحب، جناب عبداللہ صاحب، جناب عمر شاہ صاحب اور جناب سید محمد اسماعیل گیلانی صاحب نمایاں طور پر پیش پیش ہیں۔ رد قادیانیت کے ماہر یہ نوجوان حضرات نہ صرف قادیانیوں کے پھیلائے ہوئے زہر لیے اور باطل شکوک و شبہات کا مکمل دلائل کے ساتھ جواب دیتے ہیں بلکہ برجستہ مقنائزہ قادیانی عبارات پیش کر کے انھیں میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ اس ٹیم کے ایک دلبے پتلے لیکن ایمانی طور پر نہایت مضبوط اور متحرک نوجوان جناب سید محمد اسماعیل گیلانی کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ خوبیوں اور صلاحیتوں سے نواز رکھا ہے۔ وہ تحریک ختم نبوت کے نامور اور بے باک مجاہد بزرگ جناب سید محمد امین گیلانی ” کے پوتے اور منفرد طرز کے معروف شاعر اسلام جناب سید سلامان گیلانی کے صاحبزادے ہیں۔ اسماعیل گیلانی دن بھر اپنے دفتر میں کام کرتے اور رات کو پوری مستعدی اور تنہی کے ساتھ انٹرنیٹ پر تحفظ ختم نبوت کے مجاز کو سنبھالتے ہیں۔ ایک رات وہ قادیانیوں کے شکوک و شبہات کا جواب دے رہے تھے کہ اچانک ایک قادیانی نوجوان نے اسماعیل گیلانی کو سوال کیا ” آپ کہتے ہیں کہ قادیانی جماعت کے بانی مرتضیٰ غلام احمد قادیانی اللہ تعالیٰ کے گستاخ تھے۔ یہ بات آپ کے مولویوں کا پروپیگنڈا ہے۔ حضرت مسیح موعود مرتضیٰ قادیانی اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کیا آپ اس کا کوئی ثبوت دے سکتے ہیں؟“ یاد رہے کہ جب اس قادیانی نوجوان نے جناب اسماعیل کو یہ سوال کیا تو اس وقت انٹرنیٹ پر 100 سے زیادہ قادیانی اس بحث کو براہ راست ملاحظہ کر رہے تھے۔ بہر حال اسماعیل گیلانی نے بڑی توجہ سے اس سوال کو پڑھا اور اس قادیانی نوجوان سے کہا کہ میں آپ کے سامنے مرتضیٰ صاحب کی کتاب کشتی

نوح کا صفحہ نمبر 47 (مندرجہ روحانی خزانہ ج 11 ص 50) کا عکس پیش کرتا ہوں۔ آپ اور باقی قادیانی حضرات سے میری گزارش ہے کہ اسے بغیر تعصّب کے غیر جانبدار ہو کر غور سے پڑھیں اور دیکھیں مرزا قادیانی نے اللہ تعالیٰ کی شان میں کس قدر بھی انک گستاخی کا ارتکاب کیا۔ یہ اقتباس مندرجہ ذیل تھا۔

”اُس (اللہ تعالیٰ) نے براہین احمدیہ کے تیرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمیت میں، میں نے پروش پائی اور پرده میں نشوونما پاتا رہا۔ پھر جب اس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ 496 میں درج ہے۔ مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفح کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ 556 میں درج ہے، مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہر ا۔“ (کشتی نوح صفحہ 47، مندرجہ روحانی خزانہ جلد 19 صفحہ 50 از مرزا قادیانی)

پھر اسی سے متعلقہ مرزا قادیانی کے ایک مرید کی کتاب سے دوسرا حوالہ پیش کیا:

”حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجویت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا، سمجھنے والے کے لیے اشارہ کافی ہے۔“ (اسلامی قربانی ٹریکٹ نمبر 34، از قاضی یار محمد قادیانی مرید مرزا قادیانی)

اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات پر اس سے بڑھ کر کمینہ حملہ اور او باشانہ بہتان اور کیا ہو سکتا ہے۔ نعوذ باللہ، خدا تعالیٰ کی ذات اقدس بھی مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں سے نہ بچ سکی۔ ایسا فاسد خیال اور لغو عقیدہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کسی بھی گستاخ، منه پھٹ اور زبان دراز سے نہیں سنا گیا۔ جب سے یہ دنیا قائم ہوئی ہے، آج تک کسی شخص نے بھی اللہ تعالیٰ پر ایسا بے ہودہ، گھٹیا اور بدترین کفریہ الزام نہیں لگایا۔ یہ ذلت و رسالتی صرف مرزا قادیانی کو ہی نصیب ہوئی، جس کا نقد انعام اسے دنیا میں لیٹرین میں عبرتناک موت کی صورت میں ملا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

قادیانی نوجوان نے مرزا قادیانی کی کتاب سے پیش کردہ عکس دیکھا، پڑھا تو وہ

حیرت اور پریشانی کے سمندر میں ڈوب گیا۔ اس نے نہایت پریشانی اور منت سماجت کے لہجہ میں اسامہ سے کہا: بھائی! خدارا اپنا فون نمبر دے دو۔ میں اس حوالہ کی تحقیق کے بعد آپ سے رابطہ کروں گا۔ اسامہ نے اسے اپنا موبائل نمبر دے دیا۔ تیرٹھیک نشانے پر لگ چکا تھا۔ رات کے 2 نج رو ہے تھے، قادیانی نوجوان سونے کے لیے اپنے کمرے میں آگیا مگر نیند کوسوں دور تھی۔ پریشانی کے عالم میں تمام رات بستر پر کروٹیں لیتا رہا۔ صبح ہوئی تو اس نے اپنے جانے والے قریبی قادیانی مبلغین سے فون پر رابطہ کیا اور کہا کہ ”مجھے اپنے مذہب پر شک ہے۔ میرے کچھ سوالات ہیں، مجھے ان کا جواب چاہیے۔ میں اپنی آخرت بر باونہیں کر سکتا“۔ قادیانی مبلغین فوری طور پر اس کے گھر پہنچے اور کہا: بتاؤ تمہارا کون سا سوال ہے؟ اس پر قادیانی نوجوان نے مرزا قادیانی کی کتاب کشتی نوح کا مذکورہ حوالہ پیش کیا اور کہا، کیا کوئی صحیح العقل آدمی ایسی باتیں کر سکتا ہے؟ قادیانی مبلغین نے حوالہ دیکھا تو سکتے میں آگئے اور اس کی مختلف تاویلات کرنا شروع کر دیں۔ نوجوان نے کہا کہ وہ کوئی تاویل سننے کے لیے تیار نہیں ہے بلکہ اب وہ اپنے مذہب کا غیر جانبدار ہو کر مزید مطالعہ کرے گا۔ اس پر قادیانی مبلغین بڑبردا تھے ہوئے غصے کے عالم میں چلے گئے۔ چند دنوں بعد نوجوان نے اسامہ گیلانی کو فون کر کے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ اسامہ نے بخوبی اسے اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ اس کی خوب آؤ بھگت کی، اس کے سوالات کے جواب دیے، شبہات دور کیے اور چند کتابیں ثبوت حاضر ہیں، احمدی دوستو! تمھیں اسلام بلا تا ہے، چھوٹا منہ بڑی بات، رد قادیانیت کے زریں اصول اور قادیانی شبہات کے جوابات وغیرہ پیش کیں اور درخواست کہ وہ ان کتابوں کا بغور مطالعہ کرے۔ نوجوان نے وعدہ کرتے ہوئے اجازت چاہی۔

چنانچہ اس نے مذکورہ کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور جہاں شک ہوا، وہاں تنازعہ حوالہ جات کا مکمل سیاق و سبق کے ساتھ اصل قادیانی کتب سے موازنہ کیا۔ ساتھ ساتھ انٹرنیٹ پر سیمیر ملک اور اسامہ گیلانی کے قادیانیوں سے مناظروں کو بھی بغور ملاحظہ کرتا رہا اور یہاں سے اہم حوالہ جات نوٹ کرتا رہا۔ تقریباً ایک ہفتہ بعد اس کا فون آگیا۔ اس نے بھرائی ہوئی رقت آمیز آواز میں کہا: ہیلو، اسامہ! مبارک ہو! میں نے حق کو پالیا۔ میں قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ اسامہ نے نہایت خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا: مر جامِ رجا، مصطفیٰ احمد صدیقی! مر جما، اب تم میرے بھائی ہو۔ میں تمھیں لینے کے لیے خود تمہارے گھر آ رہا ہوں۔ اسامہ بجلی کی تیزی سے مصطفیٰ احمد صدیقی کے گھر پہنچا۔ اسے گلے لگایا، ہاتھ چومنے اور مجاہدین ختم نبوت کی ایک ٹیکم کے

ساتھ اسے حضرت نفیس شاہ الحسینی کے ہاں لے گیا۔ جہاں حضرت کو تمام داستان سنائی۔ علاحت کے باوجود حضرت نے نہایت خنده پیشانی سے کھڑے ہو کر اس نوجوان کو گلے لگایا۔ اسے اسلام قبول کروایا اور ایمان کی اہمیت و فضیلت کے بارے میں تفصیلًا بتایا۔ اس موقع پر حضرت نے مصطفیٰ احمد صدیقی کے اعزاز میں ایک پر تکلف چائے کا اہتمام کیا اور آخر میں ڈھیر ساری دعاوں کے ساتھ اسے اپنی خانقاہ سے رخصت کیا۔

ایک دفعہ مصطفیٰ احمد صدیقی نے اپنے قریبی دوستوں کی محفل میں اپنا ایک ایمان افروز خواب بیان کرتے ہوئے کہا ”میرے والد محترم رفیق احمد صدیقی قادریانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کر چکے تھے۔ پھر تھوڑے ہی عرصہ بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ ایک رات وہ میرے خواب میں تشریف لائے۔ نہایت سفید رنگ کا بہترین کرتاشلوار پہنے، ہاتھ میں تسبیح لیے، درود شریف پڑھتے ہوئے مسجد کی طرف جاتے ہوئے مجھے گلے لگایا اور آسمان سے آتی ہوئی نور بھری روشنی کی طرف اشارہ کر کے مجھے اسے حاصل کرنے کی تلقین کی۔ گویا میرے والد محترم مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دے رہے تھے۔“

اسلام قبول کرنے کے بعد مصطفیٰ احمد صدیقی کی کایا پلٹ چکی تھی۔ پہلے وہ قادریانیت کا دفاع کرتا تھا، اب وہ قادریانیت کی سرکوبی کے سلسلہ میں رات بھرا نہیں پر بیٹھا رہتا اور قادریانیوں کو مناظرے اور مبارحے کی دعوت دیتا۔ انہیں قادریانی کتب سے ممتاز عبارات پڑھنے کی ترغیب دیتا، آنجمانی مرزا قادریانی کے غلیظ کردار اور اس کے جھوٹے ہونے پر انہیں ناقابل تردید حوالے اور شواہد پیش کرتا، اس حوالے سے انہیں چیلنج کرتا اور پھر انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا۔ اس پر قادریانی اپنے جھوٹے نبی کی عادت پر عمل کرتے ہوئے اسے گندی گالیاں دیتے، نقلی مسلمان کہہ کر اس کا تمسخر اڑاتے اور اسے عبرت ناک انجام کی دھمکیاں دیتے۔ لیکن وہ یہ سب کچھ بڑے تحمل اور صبر سے سنتا اور انہیں کہتا خدا کی قسم! میں تمہارا سچے دل سے خیرخواہ ہوں۔ میں تمہیں جہنم کی آگ سے نکال کر جنت میں داخل کروانا چاہتا ہوں۔ مصطفیٰ احمد صدیقی مسلسل 2 سال تک انٹرنیٹ پر یہ جانکسل فرائض سرانجام دیتا رہا۔ اس دوران وہ اکثر قادریانیوں سے پوچھتا کہ تمہاری محفلوں میں ہر وقت مرزا قادریانی کا ذکر ہوتا ہے، لیکن حضور خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک نہیں ہوتا، آخر کیوں؟ قادریانیوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوتا اور وہ خاموش ہو جاتے۔ مصطفیٰ احمد صدیقی اپنے گھر والوں کو دعوت اسلام دیتا مگر گھر والے اس سے انتہائی متعصبانہ اور سوتیلے پن کا برتاؤ کرتے، اسے

اسلام چھوڑنے پر مجبور کرتے تھیں وہ پہاڑ ایسی استقامت لیے مضبوطی سے اس پر قائم رہا۔ قادریانی مبلغین نے اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر اس نے ہمیشہ انہیں شکست فاش دی۔ وہ اکیلاً اُن سے مناظرے کرتا اور انہیں لا جواب کر دیتا۔ ایک دفعہ قادریانی مبلغین نے مصطفیٰ احمد صدیقی سے کہا کہ بتاؤ تمہیں قادریانی مذہب کی کس چیز پر اعتراض ہے؟ اس پر مصطفیٰ احمد صدیقی نے انہیں کہا کہ مرزا قادریانی جسے آپ نبی، رسول، مسیح موعود اور مہدی وغیرہ کہتے ہیں، اس کا کردار اس قابل نہیں کہ اُسے ایک شریف انسان بھی کہا جاسکے۔ اُس کی تمام پیش گویاں جھوٹ ثابت ہوئیں۔ پھر اس نے مرزا قادریانی کی وحیوں پر مشتمل کتاب ”تذکرہ“ سے ایک نشان زدہ صفحہ نکال کر دکھانے کی کوشش کی تو اُس نے اُس سے زبردستی کتاب چھین لی اور اُسے برا بھلا کہتے ہوئے کہا کہ بعض نبیوں کی پیش گویاں بھی پوری نہیں ہوئی تھیں (نعوذ باللہ) اس پر مصطفیٰ احمد صدیقی نے انہیں چیلنج کیا کہ اگر آپ قرآن و سنت سے اس کی کوئی ایک بھی مثال پیش کر دیں تو میں آپ کو منہ مانگا انعام دوں گا۔ اس پر سب کو سانپ سونگھ گیا اور وہ غصے کے عالم میں واپس چلے گئے۔

علامہ اقبال ٹاؤن میں قادریانی مبلغین کے ساتھ ایک اور مناظرے کے دوران جب مصطفیٰ احمد صدیقی نے مرزا قادریانی کے کردار پر بحث کرتے ہوئے انہیں لا جواب کیا تو وہاں کے قادریانیوں نے بے اختیار اسے گندی گالیاں دینی شروع کر دیں۔ نوجوان نے یہ سب کچھ بڑے تحمل سے سننا، برداشت کیا اور پھر اعتماد سے کہا آپ مجھے مطمئن کرنے آئے ہیں یا ذلیل۔ کیا یہی خوش اخلاقی ہے جس کا آپ ہر وقت پوری دنیا میں ڈھنڈوڑا پیٹتے ہیں۔ آپ کا تو نعرہ ہے "Love for all hatred for none" یعنی "محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں"۔ لیکن آپ سب کچھ اس کے بر عکس کر رہے ہیں۔ بہر حال آپ مجھے اس سے بھی زیادہ طعن و تشنیع کر لیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن یہ میرے عقیدے کا معاملہ ہے۔ آپ مجھے مطمئن کریں اور میرے سوالات کا جواب دیں۔ لیکن وہ سب نفرت و حقارت کا اظہار کرتے ہوئے واپس چلے گئے۔

اس کے ماموں طاہر اور کزن نعمان (انتہائی متعصب اور جنونی قادریانی) نے کہا کہ تم مرتد ہو گئے ہو، قادریانی مبلغین نے کہا کہ مولویوں نے تمہارا دماغ خراب کر دیا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے مصطفیٰ احمد صدیقی نے اسامہ گیلانی کوفون پر بتایا کہ میرے ماموں طاہر نے مستقل طور پر ایک خطرناک قادریانی مرbi میرے پیچھے لگا دیا ہے۔ وہ اکثر مجھے قادریانی عبادت گاہ میں بلا تا ہے لیکن

میں اکیلے نہیں جانا چاہتا۔ آپ میرے ساتھ چلیں۔ اسامہ گیلانی نے جناب سمیر ملک سے رابطہ کیا تو وہ اپنی فیملی کے ساتھ کسی قریبی عزیز کی شادی کے سلسلہ میں شہر سے باہر جا رہے تھے، لیکن انہوں نے گاڑی واپس اپنے گھر کی طرف موڑ لی اور تھوڑی دیر کے بعد مناظرے کے لیے بتائے ہوئے ایڈریس پر قادریانی عبادت گاہ واقع گاشن راوی پہنچ گئے۔ جناب سمیر ملک نے قادریانی مبلغ کو مناظرے کے میدان میں چاروں شانے چت کر دیا۔ مرلبی نے فوراً مصطفیٰ احمد صدیقی کے ماموں طاہر احمد کو فون کیا اور کہا کہ یہ لڑکا ہمارے ہاتھ سے مکمل طور پر نکل چکا ہے اور جماعت کے لیے بہت خطرناک ثابت ہو رہا ہے۔ اس کے بعد اُسے قادریانیوں اور بالخصوص نعمان کی طرف سے باقاعدہ دھمکیاں ملنی شروع ہو گئیں۔

13 فروری 2009ء کی شام مصطفیٰ احمد صدیقی اپنے دفتر سے گھر جا رہا تھا کہ سڑک پر بارش کی پھیلن سے اس کا موڑ سائکل ایک ریڑھے سے ٹکرایا اور وہ شدید زخمی ہو گیا۔ اسے فوراً جناح ہسپتال لے جایا گیا جہاں وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جاما۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ وہ اپنے خاندان میں واحد مسلمان اور اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس کا والد کئی سال بیشتر فوت ہو چکا تھا۔ گھر میں کوئی مرد نہ ہونے کی وجہ سے ماں اپنے بیٹے کی میت اپنے بھائی (مصطفیٰ صدیقی کا ماموں طیب قادریانی) کے گھر مرغزار کالونی لے آئی۔ جہاں تمام قادریانی رشتہ دار اکٹھے ہو گئے۔ مصطفیٰ احمد صدیقی کی بڑی ہمشیرہ کینیڈا رہتی ہیں۔ اس نے درخواست کی کہ وہ اپنے بھائی کا آخری دیدار کرنا چاہتی ہے۔ لہذا اس کی تدبیج ایک دن کے لیے ملتوی کر دی جائے۔ چنانچہ مصطفیٰ احمد صدیقی کی میت عادل ہسپتال میں بلیوارڈ ڈپنس کے سرد خانے میں رکھ دی گئی۔ ہفتہ کی رات کارکنانِ ختم نبوت کو اس حادثہ فاجعہ کا علم ہوا تو جناب عامر خورشید صاحب نے فوراً دوستوں کی ایک ہنگامی میٹنگ طلب کی جس میں ختم نبوت لا یئر ز فورم کے عہدیداروں کو خصوصی طور پر دعوت دی گئی۔ اجلاس میں سب سے پہلے اس بات پر غور و خوض کیا گیا کہ کہیں یہ قتل کی واردات تو نہیں؟ اس کی فوری تفتیش کے لیے ایک ٹیم تشکیل دی گئی۔ ٹیم نے جائے وقوعہ سے ٹھوس شہادتیں حاصل کرنے کے بعد ریسکو 1122 سے رابطہ کیا جن کے پاس مصطفیٰ احمد صدیقی صاحب کو جناح ہسپتال لے جانے کا ریکارڈ تھا۔ پھر جناح ہسپتال کی ایم جسی سے بھی رابطہ کیا گیا تو انہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ مصطفیٰ احمد صدیقی کے سینے اور چہرے پر زخموں کے نشان تھے اور ابتدائی میڈیکل رپورٹ کے مطابق یہ حادثہ تھا۔

اس کے بعد قادیانیوں سے مسلمان میت کے حصول کا معاملہ پیش آیا۔ چنانچہ بزرگوں سے مشورہ کرنے کے بعد کارکنان ختم نبوت کی ایک ٹیم اہل محلہ کے ساتھ قادیانیوں کے گھر گئی اور انھیں بتایا کہ چونکہ مصطفیٰ احمد صدیقی قادیانی مذہب سے تائب ہو کر مسلمان ہو چکا تھا۔ اس لیے اس کی تجویز و تکفین کی تمام تر ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے۔ لہذا آپ اس کی میت ہمارے حوالہ کر دیں، ہم اسے اسلامی طریقہ سے سپردخاک کرنا چاہتے ہیں۔ قادیانیوں نے شروع میں کچھ لیت و لعل سے کام لیا مگر بعد میں کارکنان ختم نبوت کے جذبے اور تیور دیکھ کر میت برادر گرامی جناب عامر خورشید صاحب کے حوالہ کر دی۔ کارکنان ختم نبوت فرط جذبات سے میت سے لپٹ گئے اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ کوئی مصطفیٰ احمد صدیقی کی پیشیانی چوم رہا تھا اور کوئی اس کے پاؤں کو بوسہ دے رہا تھا۔ قادیانی یہ منظر دیکھ کر حیران ہو رہے تھے..... انھیں واقعی حیران ہونا چاہیے تھا۔ میت کو مسنون طریقے سے غسل دے کر نہایت سفید اور اجلال کفن پہنایا گیا۔ میت کے ارد گرد گلب کے ہزاروں پھول مصطفیٰ احمد صدیقی کو خراج تحسین پیش کر رہے تھے۔ کوئی یقین نہیں کہ رہا تھا کہ میت پر 40 گھنٹے گزر چکے ہیں۔ کیونکہ اس کے جسم سے معطر اور بھی بھینی خوشبو آ رہی تھی۔ مصطفیٰ احمد صدیقی کا چہرہ گلب کے پھول کی طرح نہایت خوبصورت اور تروتازہ تھا۔ چہرے پر بلکی سی مسکراہٹ طاری تھی۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ جان بوجھ کر اپنی آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں اور اچانک بیدار ہو کر ابھی سب کو حیران کر دیں گے۔ جنازہ اٹھانے سے پہلے مصطفیٰ احمد صدیقی صاحب کی والدہ اور بہنوں نے چہرہ دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ بزرگوں سے مشورہ کے بعد اس امید پر کہ شايد اللہ تعالیٰ انھیں بھی ہدایت نصیب فرمادے، اجازت دے دی گئی۔ ان کے ساتھ اور بھی رشتہ دار خواتین تھیں۔ وہ دیر تک مصطفیٰ احمد صدیقی کے چہرے کا آخری دیدار کرتی رہیں۔ مصطفیٰ احمد صدیقی کی والدہ نے جانے سے پہلے وہاں پر موجود کارکنان ختم نبوت کو مخاطب کرتے ہوئے بلند آواز سے کہا: ”آفرین ہے آپ پر، آپ لوگوں نے میرے بیٹے کو دو لہا بنا دیا ہے۔“ اس پر ایک کارکن نے جواباً کہا: ”اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اپنے بیٹے کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔“

ٹھیک دو بجے جب مصطفیٰ احمد صدیقی کا جنازہ مدفن کے لیے اٹھایا گیا تو فضائلہ طیبہ کے ورد سے گونج اٹھی۔ لوگ پر جوش جذبات میں نعرہ تکبیر، نعرہ رسالت، تاجدار ختم نبوت زندہ باد، قادیانیت مردہ باد کے فلک شگاف نعرے لگا رہے تھے۔ ہر آنکھ اشک بار تھی۔ سینکڑوں روٹی ہوئی

آوازوں کا ایک تسلسل تھا جو تھمنے کا نام نہ لیتا تھا۔ یہ ایک ایسا ایمان افروز منظر تھا جسے کبھی نہ بھلا کیا جا سکے گا۔ قادیانیوں کا خیال تھا کہ اس نوجوان کے جنازہ میں محض گنٹی کے چند لوگ شریک ہوں گے۔

ایسے موقع پر حضرت امام احمد بن حنبل<sup>رض</sup> یاد آتے ہیں جنہوں اپنے ایک مخالف کے جواب میں فرمایا تھا۔ ”حق و باطل کے درمیان ہمارے مقام کا تعین خود ہمارا جنازہ کرے گا“، مصطفیٰ احمد صدیقی کے جنازے نے فیصلہ کر دیا تھا کہ وہ حق پر ہے اور اس کے مخالفین باطل۔ مجاهد ختم نبوت کی میت کو کندھا دینے کے لیے ہر شخص اپنے لیے باعث سعادت سمجھتا تھا۔ کئی عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کی چار پائی کو ہاتھ لگا کر اپنے جسم پر پھیرتے اور اس کو اپنے لیے باعث برکت کہتے۔ نماز جنازہ مجاهد ختم نبوت ممتاز عالم دین، حضرت مولانا عبد الرحمن مدظلہ نے پڑھائی۔ مرکز سراجیہ کے مہتمم جناب صاحبزادہ رشید احمد مدظلہ اور مولانا محبت النبی سمیت علماء کرام کی بڑی تعداد نے جنازہ میں شرکت فرمائی۔ مصطفیٰ احمد صدیقی کے قربی دوستوں جناب میاں آصف جاوید صاحب اور جناب وقار الحسن صاحب کے علاوہ دنیاٹی وی چینل کے درجنوں کارکنوں نے بھی خصوصی شرکت کی۔ اس موقع پر احقر نے شرکاء جنازہ سے خطاب کرتے ہوئے انھیں جناب مصطفیٰ احمد صدیقی کے قبول اسلام کی پوری رواداد سنائی اور تحفظ ختم نبوت کے مجاز پر اس کی گرانقدر خدمات بیان کیں۔ احقر نے عرض کیا کہ عموماً جنازے میت کی مغفرت کے لیے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ جنازہ خود شرکاء کی بخشش کا ذریعہ ہے۔ یہ رتبہ بلند ملا، جس کو مل گیا۔ میں نے عرض کیا کہ اس نوجوان کی عمر صرف 2 سال تھی کیونکہ اس نے 20 سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور 22 سال کی عمر میں اپنے رب کے حضور پہنچ گیا۔ وہ ایک ناگہانی حادثے کا شکار ہوا اور اس لحاظ سے اسے شہادت کا مرتبہ بھی حاصل ہے۔

مصطفیٰ احمد صدیقی کے جسد خاکی کو جب لحد میں اتنا را گیا تو فضا ایک بار پھر ختم نبوت زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔ اس موقع پر نہایت جذباتی مناظر دیکھنے میں آئے۔ کارکنان ختم نبوت دھاڑیں مار مار کر رور ہے تھے اور الوداع الوداع مصطفیٰ احمد صدیقی الوداع کے نعرے لگا رہے تھے۔ اس وقت مجھے محترم نعیم صدیقی کی یہ نظم (ایک دلفظوں کی تبدیلی کے ساتھ) فضائیں تلاطم برپا کرتی محسوس ہو رہی تھی۔

ادب سے اس لغش کو اتارو!

رسن کا حلقة ادب سے کھولو!

د بے د بے پاؤں، ہو لے ہو لے، سبک سبک طرز سے چلو یاں!

ادب سے لو سانس دھیما دھیما، بلند آواز میں نہ بولو!  
 تمام دیوار و در سجاو، تمام ما حول کو سنوارو!  
 درود پڑھ کر، سلام کہہ کر، یہاں پہ نذر و فاگزارو!  
 ادب سے اس لغش کو اتارو!  
 لغشِ مصطفیٰ احمد صدیقی کی ہے!  
 مصطفیٰ احمد صدیقی! جس نے اذیتوں سے مئے تمنا کشید کی ہے!  
 مصطفیٰ احمد صدیقی! جس نے بدن کے بد لے حیات دائم خرید کی ہے!  
 یہ پاک میت ہے ایک سورج! ضیاء یہ صحیح امید کی ہے!  
 مصطفیٰ کی لغش کے ادب میں!  
 تمام تاریخ رک گئی ہے!  
 زماں کی گردش ٹھہر گئی ہے!  
 ہیں علم و فن دست بستہ حاضر  
 مصطفیٰ کی لغش کے ادب میں تمام تہذیب جھک گئی ہے  
 وہ روح سفراط آرہی ہے جلو میں شاگرد اپنے لے کر ادھر یہ دیکھو حسینؑ بکل!!!  
 یہ ابن حبیل، امام مالک، ادھر جناب ابوحنیفہ!  
 کسی کے ہاتھوں میں تیغ برائ، کوئی لیے خامہ و صحیفہ!  
 سدا بہار اپنے زخم لے کر، پرو کے زخموں کے ہار لائے!  
 مری نگاہیں یہ دیکھتی ہیں!  
 فلک سے قدسی اتر رہے ہیں!  
 پرے وہ باندھے ہوئے مسلسل  
 صلیب گہ سے گزر رہے ہیں

وہ حوریں آئیں اٹھائے پر چم  
نئے مجاهد کا خیر مقدم

حکایتِ جہد آدمی کا یہ لغش عنوان بن گئی ہے  
یہ جانِ ایمان بن گئی ہے! یہ حشرت سامان بن گئی ہے!  
ادب سے اس لغش کو اتارو!  
الوداع! مصطفیٰ احمد صدیقی، الوداع!!!

قارئین کرام! رات آدھی سے زیادہ ڈھل چکی ہے۔ میں اپنی لا تبریری میں بیٹھا اکیلا  
رنجِ والم کے عالم میں یہ سطور پر قلم کر رہا ہوں۔ تصور میں اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ جناب مصطفیٰ  
احمد صدیقی میرے سامنے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں۔ انکل متین! آپ کا اور آپ کے تمام  
ساتھیوں کا بہت بہت شکریہ۔ میں نے کہا: کس بات کا؟ کہنے لگے: آپ لوگوں نے مجھے جہنم سے  
نکالا اور میری تجویز و تکفین بڑے شایان شان طریقے سے کی۔ میں نے عرض کیا: یہ تو ہمارا فرض تھا۔  
پھر نجانے کیوں میں بچوں کی طرح بلکہ کرو نے لگا۔ اس پر مصطفیٰ احمد نے میرے کندھے پر  
ہاتھ رکھا اور کہنے لگے انکل۔ کیا آپ اللہ کی رضا پر خوش نہیں؟ میں نے عرض کیا: یار صدیقی! میں اللہ  
تعالیٰ کی رضا پر ہزار بار خوش ہوں۔ تم ایسا آفتاب ہو جس کی روشنی سے بے شمار تاریک دل منور  
ہوئے، تم ملتِ اسلامیہ کے ماتھے کا جھومر ہو، تم لاکھوں میں ایک ہو، تم نے عقیدہ ختم نبوت کا دفاع  
کر کے ہمارے جذبوں کو اس نوزندہ کیا ہے۔ اس لیے ایک کمزور انسان ہونے کے ناتے تمہاری  
جدائی برداشت نہیں ہو رہی۔ میں روتے ہوئے اسے کہتا ہوں، صدیقی! تمہیں معلوم ہے کہ  
تمہارے دوست کس قدر غم سے ٹھہرالی ہیں، وہ خود کو اکیلا محسوس کر رہے ہیں، تمہاری جدائی میں وہ  
مسلسل آنسو بہار ہے ہیں، تمہارے بغیر انٹرنیٹ پر بیٹھنے پر آمادہ نہیں ہو رہے اور ہاں! تمہارا جگری  
دوست اسامہ، ابھی تک تمہاری موت کا یقین کرنے کو تیار نہیں۔ اس پر مصطفیٰ صدیقی مجھے کہتے ہیں:  
”انکل! آپ کو معلوم نہیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کی کس قدر بارش ہو رہی ہے۔ فرشتے

میری قسمت پر شک کر رہے ہیں۔ یہ محض تحفظ ختم نبوت کے کام کی برکت کا نتیجہ ہے۔ آپ سب دوستوں کو میرا پیغام دے دیں کہ آخرت میں کامیابی کا سب سے آسان راستہ صرف تحفظ ختم نبوت کا کام ہے۔ بے شمار قادر یانیوں کو نہیں معلوم کہ وہ کس دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں؟ ان بھولے بھٹکے قادر یانیوں کو دعوت اسلام دینا ہمارا اولین فریضہ ہے، اس سے ذرا سی بھی روگردانی یا کوتاہی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نار ارض ہو سکتے ہیں۔ لہذا اس مجاز پر پہلے سے زیادہ محنت اور مستعدی سے کام کریں۔ آپ ہمیشہ مجھے اپنے ساتھ پائیں گے۔” میں سکیوں اور ہپکیوں میں مصطفیٰ صدیقی سے دست بستہ عرض کرتا ہوں! یا مصطفیٰ! روز قیامت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری مغفرت کے لیے بھی درخواست کر دینا۔ اس پر مصطفیٰ کہنے لگا: انکل! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ سب دوستوں کی مغفرت و بخشش کی ضرور درخواست کروں گا۔ پھر وہ قریب آ کر میرے کان میں سرگوشی کے انداز میں مسکرا کر کہتا ہے: میں آپ دوستوں کے بغیر جنت میں نہیں جاؤں گا۔ پھر وہ سلام کہہ کر نظر وہ سے او جھل ہو جاتا ہے۔ اسی اثناء میں قریبی مسجد سے تہجد کی اذان بلند ہوتی ہے۔ میں اسے قبولیت کی گھڑی تصور کرتا ہوں۔

اللهم صلی علیٰ محمد خاتم النبیین و خاتم المرسلین.

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر  
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر  
مشل ایوانِ سحر مرقد فروزان ہو ترا  
نور سے معمور یہ خاکی شبستان ہو ترا  
آسمان تیری لحد پر شبتم افشاںی کرے  
سبزہ نو رستہ اس گھر کی نگہبانی کرے